Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?
Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.
For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com

"ملاقات آئی ہے بے تیری!" کرخت آواز میں کہا گیا جملہ...... وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ "سنا نہیں تو نے؟" آہنی دروازے کا تالا کھلنے کی آواز آئی۔ "چل اٹھ!"

وہ دیوار کی طرف منہ کیے بیٹھا تھا، سمجھا تھا کہ اس کی بیوی مونا ہوگی، اسے کیا منہ دکھاتا، وہیں اسی پوزیشن میں بیٹھا رہا۔ "بہرہ ہوگیا ہے کیا؟" قمیص کے کالر سے پکڑ کر اسے اٹھا کر گھسیٹ کر سیدھا کھڑا کیا گیا تھا، وہ

میری ماں

شیریں حیدر

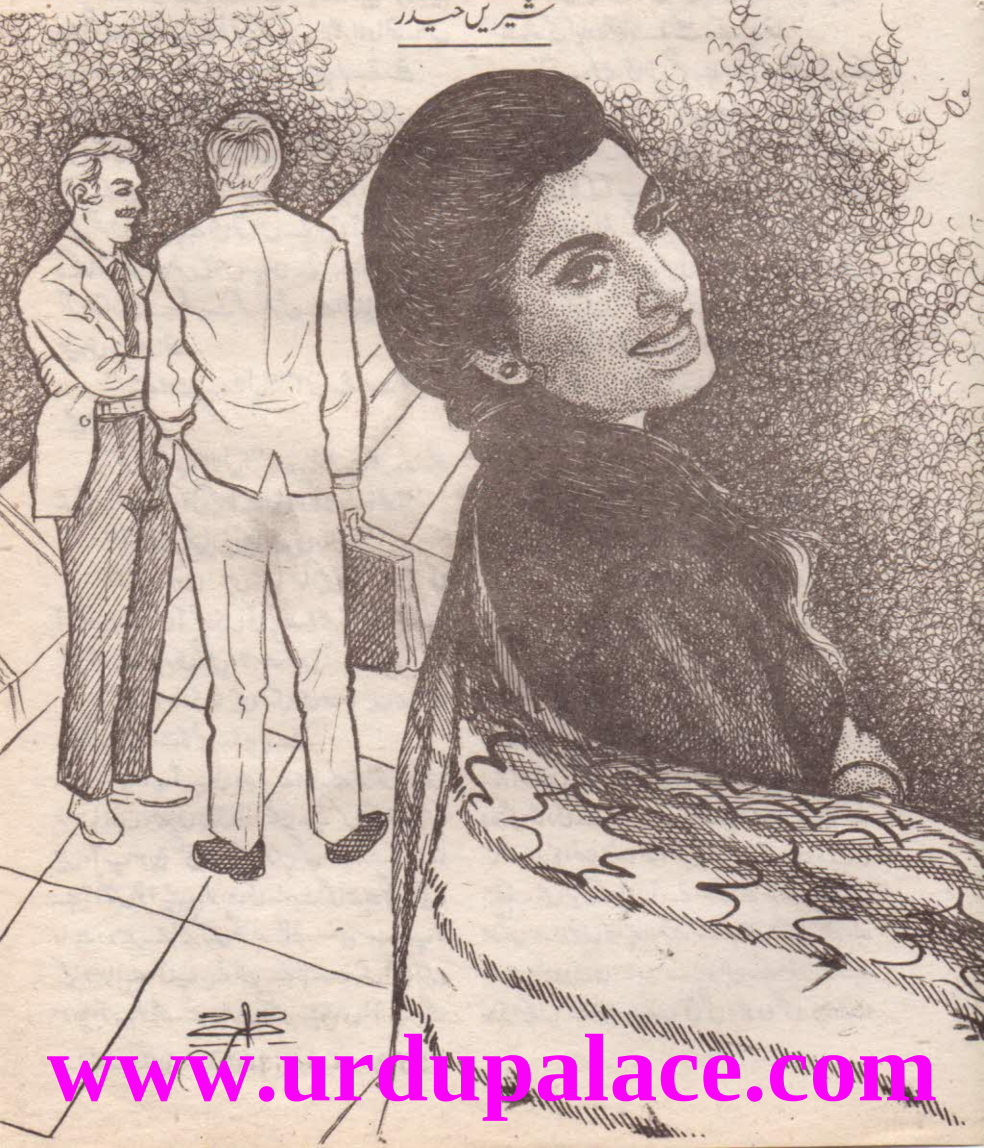

www.urdupalace.com

بے بسی سے پلٹا...... آہنی سلاخوں کے اس پار موٹا نہیں بلکہ اس کی ماں تھی، اس نے حقارت سے اسے دیکھا اور اپنے غصے کے اظہار کے لیے منہ پھیر لیا۔

"کیا لینے آئی ہو یہاں...... چلی جاؤ اور چھوڑ دو مجھے یہاں مرنے کے لیے۔" جواب میں ایک سسکی کی آواز آئی۔

سلاخوں کے پار وہ اپنے اکلوتے بیٹے عمر کو دیکھ رہی تھی، اس کمرے کا فرش گندگی سے بھرا ہوا تھا۔ اس میں موجود لوگ غالباً بول و براز وہیں کرتے تھے...... بیٹے کی حالت دیکھ کر اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں، چند ہفتوں میں ہی وہ کتنا کمزور لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر تشدد کے نشانات نظر آ رہے تھے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ کس طرح اس سپاہی نے اسے کالر سے پکڑ کر، حقارت سے گھسیٹ کر... فرش سے اٹھایا تھا، اس کا حلیہ ہی بدلا ہوا تھا۔

"کیسے ہو میرے لال؟" اس نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"مر گیا آپ کا لال!" اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ "ایسا بھی کوئی کرتا ہے اپنی اولاد کے ساتھ؟"

"ماں ہوں تمہاری بیٹا، میری جان!"

"ایسی ہوتی ہیں کیا مائیں؟" اس کی آنکھوں میں بھی آنسوؤں کی چمک ابھری تھی۔ "آپ کو تو مجھ سے پیار ہی نہیں، ثابت کر دیا آپ نے۔"

"کاش ساری مائیں ایسی ہی ہو جائیں میرے بیٹے تو یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے۔"

"یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے کہ میں یہاں سڑ رہا ہوں، میری بیوی اور تین بچے کس تکلیف میں ہیں، آپ سوچ سکتی ہیں کہ انہیں کن مشکلات کا سامنا ہے؟ انہیں تو ایسے حالات کی عادت بھی نہ ہو گی، ایک رات وہ میرے بغیر نہیں گزار سکتے...... یہ سب آپ کا کیا دھرا ہے، آپ نے ان کے بارے میں بھی نہیں سوچا، آپ کو مجھ سے پیار ہی نہیں ہے اماں! آپ مجھے اپنی دشمن لگتی ہیں، آپ میرے سامنے نہ آیا کریں، آپ کو دیکھ کر میرے دل کے زخم کھلنے لگے ہیں۔"

"چلو اماں جی، ملاقات کا وقت ختم ہو گیا ہے......" اس نے اتنے مہذب لہجے میں آ کر اس سے کہا کہ عمر کو بھی اپنی سماعت پر شک ہوا، اس نے تو ان لوگوں کو کبھی نرمی سے بات کرتے ہوئے نہ سنا تھا۔

"میں تمہاری دشمن نہیں ہوں بیٹا!" وہ گھگیائی۔

"جو کچھ بھی کیا وہ تمہارے بھلے کے لیے تھا۔"

"آپ کو میری ہی قسم ہے اماں کہ مجھے اس کے بعد ملنے مت آئیے گا، اگر آپ دوبارہ یہاں آئیں تو میں خود کو کچھ کر لوں گا...... یہاں سے اگر زندہ نکل آیا تو پھر دیکھوں گا کہ آپ سے ملنا ہے یا نہیں۔" اس نے غصے سے کہا، صالحہ کے سینے میں درد کے جوار بھاٹے اٹھنے لگے، اس کے لیے عمر کی طرف سے دی گئی وہ قسم بہت بڑی قسم تھی، کتنا مشکل تھا کہ وہ اسے ملے بغیر رہ لیتی...... واپسی کا سفر کرب کا سفر تھا، تانگے پر ہچکولے کھاتا اس کا پورا وجود لرز رہا تھا، وہ اسی تانگے میں بیٹھے، بیٹھے ماضی کے کئی سالوں کا سفر طے کر گئی تھی۔

☆☆☆

پچیس کا سن بھی کیا عمر ہوتی ہے بھلا اور وہ اس جواں عمری میں ایک پانچ سالہ بیٹے کے ساتھ بیوہ ہوئی تھی، سب نے مشورہ دیا کہ اسے دوسری شادی کر لینی چاہیے...... اس کی پہلی شادی خود سے تقریباً دُگنی عمر کے مرد سے ہوئی تھی مگر وہ بہت نیک انسان تھے اور یہ تو نام کی بھی صالحہ...... اپنے باپ کے کیے گئے فیصلے کی لاج نبھاتا تھی۔ عمر کے ابا کی پہلی بیوی نے انہیں شادی کے بعد کوئی سکھ نہ دیا تھا، نہ اولاد کا نہ سکون کا، اسی لیے وہ بھی شادی کے نام سے بدکتے تھے۔ صالحہ کے ابا کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا تھا، تقریباً ہر روز شام کو وہ ان کی بیٹھک میں ابا کے پاس آتے، حالاتِ حاضرہ پر باتیں ہوتیں اور دونوں کا اچھا وقت کٹ جاتا۔ انہیں معلوم تھا کہ ان کی بیوی کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں کو اپنے بیوی بچوں سے فرصت نہیں ملتی تھی، جو وہ بھی کسی وقت

www.urdupalace.com

آنکھیں موند جاتے تو جانے ان کی بیٹی کہاں در بدر ہوتی، اسی لیے انہوں نے بیٹی کا باپ ہوتے ہوئے بھی علی احمد سے خود اس کے لیے بات کی اور علی احمد ہچکچا گئے، کہاں ان کی عمر کا ڈھلتا ہوا سورج اور کہاں ان کی انیس، بیس سالہ بیٹی۔ انہوں نے اسے کبھی دیکھا نہ تھا مگر اس کی بابت اپنے دوست کو پریشان ضرور دیکھا تھا...... ان کے اصرار پر علی احمد کو انکار کی تاب نہ ہوئی۔

صالحہ کم سن اور خوب صورت تھی، ان کی زندگی میں سکھ کا ساون بن کر برسی اور گھر کے کھانے، سکون اور خوشی کے علاوہ اولاد کی نعمت بھی انہیں صالحہ کے توسط سے ملی۔ سوچتے تھے کہ اچھا ہی ہوا جو پہلی بیوی سے اولاد نہ ہوئی اور ان پر ایسی ذمّے داری نہ پڑی کہ جو نہ صرف انہیں ایک ناخوشگوار زندگی گزارنے پر مجبور کرتی بلکہ اس اولاد کے باعث انہیں دوسری شادی کے لیے کوئی اپنی بیٹی بھی نہ دیتا۔ صالحہ بھی اپنی زندگی سے مطمئن تھی۔ اسے ہر طرح کا آرام تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس پر کوئی پابندی اور روک ٹوک نہ تھی۔ علی احمد خود بھی نمازی اور پرہیز گار تھے اور انہوں نے صالحہ کو بھی ہیرے کی طرح تراش دیا تھا، برائی سے دور رہنے اور نیکی کا چراغ بننے کا گر سکھایا، وہ ایک قناعت پسند اور صابر عورت تھی۔

علی احمد کی اچانک وفات نے اسے آسمان کی بلندیوں سے زمین پر لا پٹخا، جسے گھر سے باہر کی فکر تک نہ ہوتی تھی اسے دنیا اندھیر لگنے لگی، کس طرح زندگی گزرے گی...... اسی سوچ کے باعث وہ چپ سی ہو گئی تھی۔ سب نے مشورہ دیا کہ دوسری شادی کر لے مگر اس کی سوچیں اور فکریں اور طرح کی تھیں۔ اسے کوئی پانچ سال کے بیٹے سمیت کیوں قبولتا! اپنے ابا جان کے اصرار پر اس نے ہامی بھر لی مگر اس دوران جو رشتے آئے وہ ایسے لوگوں کے تھے جن کی عمریں اس کے ابا جان کی عمر سے بھی زیادہ تھیں، رنڈوے، دوہاجو یا خفیہ شادی کرنے کے خواہش مند جن کا کہنا تھا کہ وہ اسے رخصت کروا کر بھی نہ لے جائیں گے بلکہ یہیں آ کر مل لیا کریں گے کیونکہ اس شادی کو انہیں اپنی پہلی بیوی سے چھپا کر رکھنا تھا۔ جن کے اپنے چھ، چھ بچے بھی تھے اور انہیں پالنے کے لیے ایک گھر والی چاہیے تھی وہ اس کا ایک بیٹا بھی ساتھ رکھنے کو تیار نہ تھے، اس نمانی کی تو کل پونجی ہی عمر علی تھا، وہ اس کے بنا زندگی کا کیا تصور کرتی؟

باپ کے گھر پر رہ کر اس نے گھر کی چار دیواری میں رہتے ہوئے ہر وہ کام کیا جو محنت کے زمرے میں آتا ہے، اب مسئلہ صرف پیٹ بھرنے یا اس کی ضروریات کا نہ تھا، اسے اپنے بیٹے کو بڑا انسان بنانا تھا۔ سلائی، کڑھائی، کروشیہ، بنائی، جہیز، بری کے جوڑوں کی ٹکائی کا کام کیا، پکوڑے، سموسے، کباب، آلو ٹکیاں، بڑیاں، اچار، مربے اور چٹنیاں بنا، بنا کر بیچیں اور اپنے ہنر اور محنت سے کمائی کر کر کے کمیٹیاں ڈالیں تاکہ اس کا بیٹا کسی قابل بن سکے۔ ابا جان کی وفات نے اسے اور بھی کھلے آسمان تلے لا کھڑا کیا تھا مگر مشکل کے چند سال بھائیوں کی خالی منہ زبانی تسلیوں کے ساتھ گزار کر اب اس کا بیٹا اس کے قد کو پہنچ گیا تھا۔

ابا جان کے مکان پر ان کی وفات کے بعد اس کے بھائیوں کی نظر تھی، انہیں اس کو بیچ کر بانٹنا تھا، وہ زمانہ شناس تھی، ان کی نظروں کے اشارے سمجھ گئی اور علی احمد کے اس مکان کو خالی کروانے کا نوٹس دے دیا جہاں کرائے دار رہتے تھے اور وہ کرایہ اس کی اضافی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ اب وہ ذریعۂ آمدنی چھوٹ جانا تھا اس لیے اس نے سوچ سمجھ کر بھائیوں سے ابا جان کے مکان کی فروخت سے اپنے حصے کا مطالبہ کیا، اس میں کوئی غلط یا غیر شرعی بات نہ تھی مگر ایسا ہوا کہ اس سے اس کے بھائیوں اور ان کے اہلِ خانہ سے رہے سہے تعلقات بھی ختم ہو گئے۔

اسے اس سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا تھا، اس نے اس یک مشت ملنے والی رقم سے ایک دو ضروری مشینیں خریدیں اور گھر پر سلائی کا کام کرنے لگی۔ اس کی مشین کا پہیا گھومتا رہا اور اس کے بیٹے کا سلسلۂ تعلیم اور گھر کا

www.urdupalace.com

نظام چلتا رہا، گزرے ہوئے وقت نے اسے کمر درد اور نظر کی کمزوری کا عطیہ بھی دے دیا مگر اسے کب اس کی پروا تھی، اس کا عمر پڑھ لکھ جاتا تو اس کے سارے بوجھ اٹھا لیتا، نظر کے لیے چشمہ اور درد کے لیے گولیاں......

چل سو چل اس کا عمر چودہ جماعتیں پڑھ چکا تو اس نے کئی جگہ ملازمت کے لیے درخواستیں دیں، خود صالحہ نے بھی ہر وہ در کھٹکھٹایا جہاں تک اس کا ہاتھ پہنچتا تھا۔ جن گھروں کا وہ سلائی کا کام کرتی تھی وہاں اس نے سب سے کہہ کہلا کر بالآخر عمر کے لیے ایک کلرک کی ملازمت حاصل کر ہی لی۔ عمر کے بھی خواب اونچے سہی مگر دن رات ملازمت کے حصول کے لیے در بدر کی ٹھوکریں کھا کر اور جوتیاں چٹخا، چٹخا کر اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ دفتر میں کلرک کی وہ ملازمت بھی اسے سفارش پر ملی تھی ورنہ کلرکوں کی سیٹوں کی بھی بولیاں لگتی تھی۔

عمر کی ملازمت کی خوشی میں اس نے محلے میں مٹھائی بھی بانٹی۔ اس کا بیٹا کماؤ ہو گیا تھا، اس کی عمر بھر کی پونجی، اس کی محنت کا نتیجہ اسے دیکھنے کو مل رہا تھا۔ اب اس کی آنکھیں اور طرح کے سپنے دیکھنے لگی تھیں اور اس کی کمیٹی کی رقم ایک اور مقصد کے لیے جمع ہونے لگی، اسے عمر کو بیاہنا تھا۔ اسے دولہا بنانا تھا۔ جہاں جاتی اسے لڑکیاں اور اور رنگ میں نظر آتیں اور وہ راتوں کو ان کے سپنے دیکھتی، اس کی شادی کر کے وہ اللہ کے سامنے سرخرو ہونا چاہتی تھی کہ اس نے اپنے سارے فرائض احسن طریقے سے نبھائے۔ خود بھوکی بھی رہی تو اسے بھوکا نہیں سلایا، اسے اچھا پہنانے کو وہ سالوں تک اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتی رہی تھی۔ اب وقت آ گیا تھا کہ اس کا بیٹا اس کا خیال رکھے گا، تھوڑے عرصے میں گھر میں بہو آ جائے گی تو وہ آرام کرے گی۔

اس کے علاوہ اس کے دل میں جو خواہش مچلتی تھی، وہ اللہ کے گھر کی زیارت کی تھی، حج کی خواہش اسے تھی مگر عمر کی پڑھائی تک اس نے اس خواہش کو اپنے اندر دبا کر رکھا تھا، اب تو وہ سوچتی تھی کہ وہ دن دور نہیں جب وہ اس قابل ہو سکے گی کہ حج کر سکے۔ عمر کی قلیل تنخواہ میں بھی وہ مطمئن تھی، گھر کے ایک کمرے کو کرائے پر دے رکھا تھا تو اس سے آمدن ہو جاتی تھی جسے اس نے چند سال پہلے کمیٹی ڈالنے کے لیے کرائے پر چڑھا دیا تھا، اس میں کسی نے کریانے کی دکان کھول رکھی تھی جس سے انہیں بھی چھوٹا موٹا سودا لینے کی سہولت تھی۔

دو کمروں کا چھوٹا سا گھر تھا مگر صالحہ اس میں ہمہ وقت مصروف رہتی۔ چولہا چوکی، صفائی ستھرائی اور اس کے علاوہ وہ کام جو اب اس کی زندگی کا حصہ بن گیا تھا، عمر چاہتا تھا کہ اب اماں کام نہ کریں مگر ضرورت مند مجبور کر لیتے تو وہ مان جاتی اور پھر اس سے اضافی آمدن بھی تو ہوتی ہی تھی۔ اسے عمر کی شادی کے لیے رقم درکار تھی۔

اسے کسی شریف گھرانے کی قبول صورت، شریف، پڑھی لکھی اور سلیقہ شعار لڑکی چاہیے تھی۔ اس کی تلاش کے گھوڑے ہر طرف دوڑائے جا رہے تھے۔ عمر بسا اوقات ہنستا اور کہتا۔ ''کہ وہ ایک نہیں بلکہ چار لڑکیاں ڈھونڈیں کیونکہ کسی ایک لڑکی میں تو یہ سب خوبیاں اکٹھی نہ ملیں گی۔ جو بھی لڑکی اس گھر میں لانی ہے اماں وہ آپ نے اپنی پسند سے لانی ہے کیونکہ میرا تو بہت کم وقت گھر پر گزرتا ہے، اصل میں تو آپ کو اس کے ساتھ گزارہ کرنا ہے اور اسے آپ کے ساتھ......''

وہ مسکرا کر رہ جاتی...... اپنی دور پار کی ایک رشتے دار کی پوتی پر اس کی نظر تھی، وہ اس کے بارے میں سوچ رہی تھی، وہ بچی ان تمام خوبیوں پر پوری اترتی تھی جو اس نے سوچ رکھی تھیں مگر اسی اثنا میں......

☆☆☆

''اماں جی، میرے دفتر کے ہیڈ کلرک صاحب اپنی بیوی کے ساتھ ہمارے گھر آنا چاہتے ہیں!'' عمر نے ماں کے گلے میں بانہیں حمائل کیں۔

''وہ کیا ہوتا ہے بیٹا؟'' انہوں نے حیرت سے سوال کیا۔

''میں کلرک ہوں ناں اماں جی، تو وہ ہم سب کے......''

www.urdupalace.com

وہ رکا۔ ''یوں سمجھیں کہ ہم سب کے افسر ہیں۔''
''تو وہ ہمارے گھر کیوں آنا چاہتے ہیں بیٹا!''
صالحہ گڑبڑا گئی تھی۔ ''وہ بڑے افسر ہیں اور ہمارا گھر تو چھوٹا سا ہے......'' اس پر لفظ افسر نے رعب ڈال دیا تھا۔
''مگر آپ کا دل تو بہت بڑا ہے ناں اماں جی!''
اس نے اپنا سر ماں کے کندھے پر ٹکایا۔
''جیسے تجھے ٹھیک لگتا ہے بیٹا......'' صالحہ نے کہا۔
''تو پھر انہیں اتوار کے دن آنے کا کہہ دوں؟''
عمر نے خوشی سے پوچھا۔
''جس طرح تمہیں مناسب لگے......'' صالحہ نے اس کا سر چوما۔ ''کیا خیال ہے کہ میں سموسے اور فروٹ چاٹ گھر پر بنالوں چائے کے ساتھ؟''
''ٹھیک ہے اماں جان، میں کیک رس اور پیسٹریاں بازار سے لے آؤں گا۔''
صالحہ پر تو عمر کے ہیڈ کلرک کی افسری کا رعب تھا مگر اسے لگا کہ عمر کسی اور انداز سے خوش تھا اور چہچہا رہا تھا۔ اتوار کو سویرے ہی وہ جا کر وہ سارا سامان لے آیا، صالحہ ابھی گھر کی صفائی سے فارغ ہی ہوئی تھی کہ عمر نے تنقیدی انداز میں جائزہ لیا اور ماں سے کہا کہ فلاں چیز کو فلاں جگہ پر رکھ دیں اور فلاں چادر میز پر ڈال دیں۔ وہ پھر بھی کچھ نہ سمجھی، چائے کا سامان تیار کیا، برتن ٹرے میں سجائے تو عمر نے اس سے بھی اچھی طرح تیار ہونے کو کہا۔
ہیڈ کلرک اپنی بیگم کے ساتھ آئے تھے۔ ان کا لباس، انداز اور چھب ہی نرالی تھی، گھر کی ہر چیز کو تنقیدی نظر سے دیکھتی ہوئی، ناک بھوں چڑھا کر بات کرتی ہوئی۔ چاہے اس نے منہ سے ایسا کچھ نہ کہا تھا مگر صالحہ سمجھ رہی تھی کہ انہیں وہاں آنا، بیٹھنا اور ان کے ہاں کی چائے پینا کس قدر ناگوار لگ رہا تھا۔ صالحہ پھر بھی بچھی جا رہی تھی کہ آخر اس کے بیٹے کا بڑا افسر تھا۔
''آپ بھی کبھی آئیں ہمارے گھر!'' رخصت ہوتے سمے انہوں نے کہا تھا مگر اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کا فقرہ کتنا بادلِ ناخواستہ اور رسمی سا تھا۔

''میں تو کبھی ایسے مغرور لوگوں کے ہاں نہ جاؤں۔'' صالحہ نے دل ہی دل میں سوچا اور منہ سے کچھ بھی نہ کہا، ایک رسمی سی مسکراہٹ کے ساتھ ان کو رخصت کر کے واپس آ کر بیٹھے۔ ''توبہ کیسی نک چڑھی عورت ہے!'' عمر کے سامنے صالحہ نے کہا تو وہ کھلکھلا کر ہنسا...... صالحہ نے حیرت سے اسے دیکھا، اس کا بیٹا ایسا خوش پہلے کب ہوا تھا بھلا؟

☆☆☆

''اماں، ہم کب جائیں گے ان کے گھر؟''
''کس کے گھر بیٹا؟'' اس نے حیرت سے سوال کیا۔
''ہمارے ہیڈ کلرک صاحب کے گھر!'' اس نے جواب دیا۔
''ان کے گھر کیوں جانا ہے ہمیں بیٹا، مجھے تو وہ عورت بڑی مغرور سی لگی تھی۔''
''اماں وہ اپنی بیٹی کا رشتہ مجھے دینا چاہتے ہیں۔'' عمر نے بلی تھیلے سے باہر نکالی تو وہ ٹکر، ٹکر اس کا منہ دیکھنے لگی، اس کے لیے تو وہ اچنبھے کی بات ہی تھی کہ کوئی بیٹی والا اپنے منہ سے رشتہ دینا چاہے، اس نے ان کی بیٹی نہیں دیکھی ہوئی تھی مگر اس کی ماں کو دیکھ کر کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو گیا تھا۔
''وہ بہت بڑے اور پیسے والے لوگ ہیں بیٹا، ہمارا اور ان کا کیا جوڑ ہے...... اس کی ماں کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر میں اندازہ کر سکتی ہوں بیٹا کہ اس کی بیٹی اس گھر میں خوش نہیں رہ سکے گی۔'' صالحہ نے کہا، سوچ رہی تھی کہ شاید اس بچی میں کوئی نقص ہوگا جو اُن کے گھر کو دیکھ کر بھی وہ ان کے ہاں اپنی بیٹی کا رشتہ کرنا چاہتے ہیں۔
تو اماں جان ہمیں کون سا ساری عمر اسی گھر میں رہنا ہے......'' اس نے فوراً کہا۔ ''میں جوں جوں ترقی کرتا جاؤں گا ہمارے حالات بھی بدل جائیں گے اور ہم بھی اسی طرح ٹھاٹ سے زندگی بسر کریں گے۔''
''اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو......'' اس نے ہولے سے کہا۔ ''چلو میں کسی دن جا کر دیکھ آؤں گی کہ ان کی بیٹی میرے شہزادے کے قابل ہے بھی کہ نہیں۔'' اس کی

www.urdupalace.com

خوشی کی خاطر اس نے دل پر پتھر رکھ کر کہا، جس قدر جلد ہوا وہ اسے وہ لڑکی بھی دکھائے گی جسے وہ پسند کیے بیٹھی تھی بلکہ کسی کے ذریعے پیغام بھی بھجوا چکی تھی کہ اُن کا عندیہ معلوم ہو یا یہ کہ وہ بچی کہیں منگنی شدہ نہ ہو۔

"اچھی ہے اماں...... جیسی ساری لڑکیاں ہوتی ہیں، میں نے دیکھی ہے۔" عمر کے کہنے پر صالحہ دنگ رہ گئی۔ "آج شام کو ہی میں اور آپ چلتے ہیں اور بات طے کر آتے ہیں۔" بات تو صالحہ کے اندازے سے کہیں آگے بڑھ چکی تھی، اس کی شمولیت اور منظوری فقط ضابطے کی کارروائی تھی تاہم اسے اس کارروائی میں بھی خوشی سے حصہ لینا تھا تاکہ بیٹے کو ماں کی طرف سے کوئی تکلیف نہ ہو۔

شام کو رکشے میں سوار ان کے گھر کی طرف جاتے ہوئے علی احمد نے ہزار، ہزار کے پانچ کرارے نوٹ ماں کو پکڑائے کہ وہ مونا کو دے دیں تو وہ اس کا منہ دیکھتی رہ گئیں، پانچ ہزار...... پورے پانچ ہزار! وہ سالوں سے محنت کر کے کماتی تھی تو بھی اس کی اتنی سکت نہ ہوتی کہ کسی بھی لڑکی کو یوں پانچ ہزار تھما دیتی، تاہم اس نے خاموشی اختیار کی، اب حالات اس کے بس میں نہ رہے تھے، اسے ہوا کا رخ دیکھ کر ہی چلنا تھا، بیٹے کی شادی کے حوالے سے اس کے خوابوں کے محل مسمار ہو گئے تھے مگر اسے یقین تھا کہ اس کے بیٹے کی پسند اچھی ہی ہو گی۔

☆☆☆

اس گھر کے دبیز قالینوں پر چلتے ہوئے بھی صالحہ کے پیروں میں کانٹے چبھ رہے تھے، اس کا گھر کسی بھی طرح ایسی لڑکی کے شایانِ شان نہ تھا جو اس گھر کی مکین تھی...... آبنوسی طویل میز پر سجے ہوئے لوازمات کے ساتھ چائے بھی صالحہ کے حلق سے نیچے نہیں اتر رہی تھی، وہ بری طرح ان کے رعب میں آ گئی تھی، خدا کرے کہ وہ خود ہی کسی بات سے انکار کر دیں، اپنے بیٹے کی خوشی تو اسے نظر آ رہی تھی کہ اتنے بڑے گھر کا داماد بننے چلا تھا۔

عام سے نین نقش، یقیناً ان کے بیٹے سے بڑی عمر اور گہرے رنگ کے چہرے کو میک اپ کی تہوں میں چھپائے ہوئے، مونا کے ہاتھ اور پاؤں اس کی عمر اور پکے رنگ کی چغلی کھا رہے تھے...... اس کی طرف غور سے کیا دیکھتی۔ سر جھکائے ہوئے اس کی گود میں پانچ ہزار کے نوٹ رکھتے ہوئے صالحہ کی آنکھوں سے کئی آنسو ٹپکنے کو بے چین ہوئے مگر اس نے ان پر بند باندھا اور نوٹ مونا کی گود میں رکھ کر اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا، نادانستگی میں وہ اس کا موازنہ اس بچی سے کر بیٹھی جسے وہ پسند کیے بیٹھی تھی۔ اسے علم ہو گیا کہ سب کچھ پہلے سے طے تھا۔ ساری باتیں وہی تھیں جو انہوں نے پہلے سے سوچ رکھی تھیں اور اب کہی جا رہی تھیں۔ وہ خود کو کسی ڈرامے کا ایک کردار سمجھ رہی تھی جس کی لائنیں پہلے سے لکھی ہوئی تھی اور اسے وہی کرنا تھا جیسے ہدایت کار چاہتا ہے۔

واپسی پر مونا کی ماں نے مٹھائی کے دو بڑے ٹوکرے اور ماں بیٹے کے لیے قیمتی کپڑے ہمراہ کیے اور ان کے گھر کی گاڑی انہیں چھوڑنے آئی تو محلے بھر کو علم ہوا کہ صالحہ کے بیٹے کی کسی اونچی جگہ منگنی ہو گئی ہے۔ اسے لگا کہ وہ کوئی کٹھ پتلی بن گئی تھی جس کی ڈوریں کوئی اور ہلا رہا تھا، بالا بالا سب کچھ طے کیا جا چکا تھا۔ انہیں ہر مرحلے کے آغاز پر اگلے قدم کے بارے میں بتا دیا جاتا تھا۔ اسی پتلی تماشے کا حصہ بنے، بنے، شہر کے ایک بڑے شادی ہال میں ہونے والی تقریب میں صالحہ اور عمر اپنے چند گنے چنے رشتے داروں کے ہمراہ جا کر مونا کو بیاہ کر اپنے گھر لے آئے بلکہ اپنے بھی نہیں، اس گھر میں جو مونا کے باپ نے داماد کو سلامی میں دیا تھا اور وہ گھر مونا کے نام پر خریدا گیا تھا۔

اپنا پرانا گھر انہیں کرائے پر دینا پڑا، وہ تو اس گھر کو نہ چھوڑنا چاہتی تھی مگر بیٹے کی ضد کے آگے مجبور ہو گئی، پرانا گھر پھر کرائے پر دے دیا گیا اور اس کا مختصر سامان سمٹ کر اس گھر کے ایک اسٹور میں سما گیا تھا۔ صالحہ اپنے بیٹے کے گھر کے ایک کمرے میں کسی....

www.urdupalace.com

عضوِ معطل کی طرح رہنے لگی، گھر کا کرایہ صالحہ کے پاس آتا تھا جو وہ جمع کر لیتی تھی، ایک بے اختیار عورت کی خواہشات ہی کتنی ہوتی ہیں؟

☆☆☆

کئی رُتیں آئیں اور چلی گئیں۔ گھڑی کی سوئیوں کو آگے پیچھے بھاگتے دیکھتے ہوئے صالحہ نے عمر کے گھر کے آنگن میں بڑھتی ہوئی آسائشوں اور کھیلتے ہوئے چار بچوں کو دیکھا، جتنا وہ بچوں کو دیکھ کر نہال ہوتی اتنا ہی اسے دولت کی ریل پیل ہراساں کرتی تھی...... گھر میں ہر طرح کی آسائشیں تھیں، عمر اسے بتاتا کہ اس کی ترقی بہت تیزی سے ہو رہی تھی۔ اسے اپنے بیٹے پر یقین تھا، دل ہی دل میں اسے دعائیں دیتی، مونا کی قسمت پر نازاں ہوتی کہ اس کی قسمت سے اس کے بیٹے پر ہُن برس رہا تھا اور اس کی اتنی تیزی سے ترقی ہو رہی تھی۔

کبھی کبھار پرانے محلے جاتی تو جاننے والے ڈھکے چھپے الفاظ میں اس کے بیٹے کے پاس راتوں رات آ جانے والی دولت کے بارے میں عجیب و غریب باتیں کرتے، وہ ان کو جھٹلاتی کیونکہ وہ اپنے بیٹے کے بارے میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی، اس نے تو اسے کبھی بے وضو دودھ بھی نہ پلایا تھا اور اسے ہمیشہ صراطِ مستقیم پر چلنے کی تلقین کی تھی، اسے غلط اور صحیح کی تمیز سکھائی تھی اور حرام سے بچنے کی تاکید...... وہ ایسا کیونکر کر سکتا تھا؟ کاش ایسا ہی ہوتا جیسا کہ وہ سمجھتی تھی۔ بیٹے کو بلا کر استفسار کیا تو وہ سوچ رہی تھی کہ بیٹا کہے گا۔

”لوگ جھوٹ کہتے ہیں، بہتان لگاتے ہیں!“

”ہر طرف یہی ہو رہا ہے اماں جان، سب لوگ ایسا کر رہے ہیں، میں کوئی اکیلا تو......“ اس نے بغیر جھجک کے کہا تھا۔ ”وقت، زمانہ اور ضرورتیں بہت تبدیل ہو گئی ہیں اماں جان!“

”غلط کو اس لیے درست نہیں مانا جا سکتا میرے لعل کہ سب لوگ ایسا کر رہے ہیں۔“ اس نے رسان سے کہا۔ اسے امید تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو اس کھائی میں

www.urdupalace.com

مزید گرنے سے بچالے گی۔ ''کیا دوسرے کنویں میں چھلانگ لگائیں تو تم بھی لگادو گے؟''

''میں کوئی ایسا بے عقل نہیں ہوں کہ کوئی کنویں میں چھلانگ لگائے تو اس کی تقلید کروں......'' اس نے سخت لہجے میں کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ کنویں میں چھلانگ لگانے سے جان جاسکتی ہے۔''

''یہ بھی تو کنواں ہی ہے بیٹا بلکہ دلدل ہے...... برائی کا راستہ کنویں اور دلدل سے بدتر ہے، اس میں سراسر نقصان ہی نقصان ہے، صرف جان ہی اہم نہیں ہوتی بیٹا، کردار بھی اہم ہوتا ہے، عزت بھی اہم ہوتی ہے، شرافت بھی اہم ہوتی ہے!''

''اب ایسے لیکچر نہ دیں اماں جان!'' اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''کیا آپ کو نظر نہیں آتا کہ میرے پاس وہ سب کچھ ہے جس کی میں نے کبھی عمر بھر خواہش کی ہو گی نہ سوچا ہو گا کہ مجھے مل سکتا ہے! کیا میرے حالات پہلے سے بہتر نہیں ہوئے۔ جیسے آج کل سب کے ہیں۔ جس کے پاس پیسہ ہے، بڑا گھر ہے، گاڑی ہے اور اس کے بچے بہترین اسکولوں میں پڑھتے ہیں، عزت اسی کی ہے اور لوگ اسی کو سلام کرتے ہیں۔''

''یہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے بیٹا، جو کچھ تمہارے پاس نہیں تھا اس کی تمہیں کبھی خواہش بھی نہیں ہوتی تھی، تم نے ساری عمر قناعت کے ساتھ بسر کی ہے، خواہشیں بھی اتنی ہی تھیں جتنا ہمارا اختیار تھا۔ یوں کرنے لگو تو کوئی انت نہیں ہے، اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ۔'' اس نے اسے پیار سے سمجھایا۔

''کیا سنبھل جاؤں اماں جان؟'' اس نے ان کی طرف دیکھ کر حیرت سے سوال کیا۔

''اب بھی حرام سے باز آجاؤ، اپنی اولاد کو حلال کھلاؤ تاکہ تمہیں پچھتانا نہ پڑے......''

''کیا میں اپنے بچوں کو اچھے اسکولوں سے اٹھا کر سرکاری اسکولوں میں ٹاٹ پر بیٹھ کر پڑھنے کے لیے بھیجنا شروع کردوں جیسے کہ میں نے پڑھا ہے؟''

''تو تم پڑھ ہی گئے ناں بیٹا!''

''کیا پڑھ گیا...... کیا کر رہا ہوں ...... کلرکی؟ ہونہہ!'' اس نے بپھر کر کہا۔ ''مجھے تو لوگوں میں اٹھتے بیٹھتے شرم آتی ہے جب وہ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ میں کس اسکول یا کالج میں پڑھتا تھا، کس جگہ رہتا تھا...... سارا ماضی شرمندگی ہی شرمندگی ہے اماں جان!''

''تو یہ تو نصیب کی بات ہے بیٹا، پیدا کہاں ہوئے، کس کی اولاد ہو، اس پر کسی کا کیا اختیار، میں نے محنت کر کے تمہیں کھلایا اور پڑھایا لکھایا، تمہارے ابا جان بھی ایک نیک اور شریف انسان تھے، لوگ ان کی شرافت کی قسمیں کھاتے تھے، چھوٹا سا ذاتی کاروبار تھا، اس میں بھی فقط گھر کا گزارہ ہی چلتا تھا مگر میں نے اسی میں گزارہ کیا، کبھی زیادہ کی خواہش کی نہ انہیں غلط کاموں پر مجبور کیا...... جو تم اپنے جیسوں میں اٹھو بیٹھو تو تمہیں اپنے ماضی پر کوئی شرمندگی نہ ہو، جب تم نے دوستیاں ہی ایسے لوگوں سے لگا لی ہیں جو تمہیں غلط کاموں کی طرف راغب کرتے ہیں تو وہ تو ایسا ہی کریں گے ناں بیٹا!''

''اب تو جو ہے اماں جان سو ہے!''

''دنیا کے عارضی فائدے کے لیے تم دائمی دنیا کے لیے سراسر نقصان کا سودا کر رہے ہو......'' پھر پیار سے اس کے سر کو سہلایا۔ ''جو تکالیف ایسے غلط کاموں کے نتیجے میں ہمیں آخرت میں جھیلنا ہیں اس کے مقابلے میں دنیا کی سختیاں تو کچھ بھی نہیں ہیں...... ہم تھوڑا کھا لیں گے، بھوکے رہ لیں گے، بچوں کو تم اپنی تنخواہ، گھر کے کرائے اور میری کمیٹیوں کی رقم سے جہاں چاہے پڑھاؤ...... انہیں حرام کے لقمے سے بچاؤ، مونا بھی یقیناً میری حامی ہو گی، تم اس سے بات کرو تو وہ بھی تم سے یہی کہے گی!''

''اس کے باپ نے اپنی بیٹی کو کسی غریب گھر میں سڑنے کے لیے نہیں بیاہا تھا اماں جان...... وہ ہمیشہ سے آسائشوں کی عادی ہے اور میرے ساتھ اسی لیے رہ رہی ہے کہ اسے وہ سب کچھ میسر ہے جو اپنے باپ کے گھر پر میسر تھا، اپنے بیوی بچوں کے لیے آسائشوں

www.urdupalace.com

کے حصول کا یہ راستہ مجھے دکھایا بھی اس کے ابا جان نے ہی ہے، انہوں نے ہی میری مدد کی ہے مجھے یہ سکھانے میں کہ میری کرسی کی کیا اہمیت ہے اور میرے دستخط کی کیا قیمت!"

"کس لیے کرتے ہوا ایسا بیٹا؟" وہ سسکی۔

"آپ کے لیے اماں..... مونا کے لیے..... بچوں کے لیے اور ظاہر ہے کہ اپنے لیے!" اس نے ایک، ایک لفظ پر زور دے کر کہا تو اس کی ڈھٹائی پر وہ ساکت رہ گئی۔

"نہیں چاہیے مجھے یہ سب کچھ....." نہ صرف اس نے کہا بلکہ اس نے ثابت بھی کر دکھایا اور واپس اپنے گھر میں لوٹ گئی۔ اسے سوچ، سوچ کر گھن آنے لگی کہ اس کے خون میں حرام کی آمیزش ہوگئی ہے اور وہ لاعلمی میں ہی سہی مگر حرام کھاتی رہی ہے..... سوچتی کہ کہاں غلطی ہوئی جو اس کی محنت ضائع ہوگئی، اس کے بیٹے کو حلال اور حرام میں تمیز نہ رہی، کہاں ایسا برا وقت آیا کہ عزت کے معیار بدل گئے اور پیسہ ہی عزت کا معیار ٹھہرا۔

عمر کے پاس کہاں وقت تھا جو اس کے پاس باقاعدگی سے آتا، وہ تو وقت کے سرپٹ بھاگتے ہوئے گھوڑے پر بیٹھ کر "ترقی" کی راہ پر گامزن تھا، کبھی کبھار وقت ملتا تو ماں کے پاس کھڑے، کھڑے چلا آتا، بہت منت سماجت کی کہ وہ گھر چھوڑ کر نہ جاتی مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہی۔ پہلی بار وہ ملنے کو آیا تو ساتھ میں پھل اور ماں کی دوائیں بھی لے کر آیا، اس نے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا، اس کے دیے ہوئے کپڑے، جوتے تک وہ اس گھر سے ساتھ نہ لے کر آئی تھی، کیوں اب جان بوجھ کر اس کے حرام میں سے حصہ وصولتی۔

جب بھی اس کے پاس وقت ہوتا اور اسے ملنے کو آتا تو وہ اسے سمجھانے سے باز نہ آتی مگر وہ ان سب چیزوں سے بالا ہو چکا تھا مگر آخری بار اس کے پاس چند دن پہلے ہی تو آیا تھا۔

☆☆☆

اس روز اس کے ساتھ ڈرائیور تھا نہ گاڑی بلکہ وہ ٹیکسی پر آیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا کالا بیگ تھا، وہ کچھ بجھا بجھا سا تھا، ماں کی نظر تو اولاد کے چہرے سے اس کے اندر تک بھانپ لیتی ہے.....

"تم ٹھیک ہو ناں بیٹا؟" اس نے سوال کیا۔

"ٹیکسی پر آئے ہو....."

"وہ مونا بچوں کو لے کر اپنے ابا کی طرف گئی ہے اماں!" اسے بےفکری ہوئی اور وہ اٹھ کر چائے بنانے کو چل دی، چائے بنا کر لائی تو وہ اس کی چارپائی پر دراز سو رہا تھا، ہلکے سے کھٹکے سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

"بہت تھک گئے ہو کیا؟" اس نے پیار سے پوچھا۔

"تھکا نہیں ہوں ...... بہت پریشان ہوں!" چائے کا پہلا گھونٹ پیتے ہوئے اس نے کہا۔

"خیریت ہے ناں میرے لعل، میری جان!"

"مونا ناراض ہو کر چلی گئی ہے اماں جان!"

"ہو جاتا ہے بیٹا، میاں بیوی کے درمیان سو چھوٹی، چھوٹی باتیں ہو جاتی ہیں، چار دن میں مان کر واپس آ جائے گی، تم اس کا غصہ ٹھنڈا ہونے دو اور خود بھی دو دن تنہا رہو گے تو تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ اس کی اہمیت تمہاری زندگی میں کیا ہے....." انہوں نے اس سے قطعی نہ پوچھا کہ وہ کیوں ناراض ہو کر گئی تھی، میاں بیوی کے ذاتی معاملے میں انہیں دخل اندازی کی عادت نہ تھی۔

"نہیں اماں جان..... چھوٹی موٹی جھڑپوں پر وہ گھر چھوڑ کر نہیں جاتی مگر اب معاملہ گمبھیر ہے!" اس نے چائے کا کپ خالی کر کے ٹرے میں رکھا۔ "وہ واپس نہیں آئے گی جب تک کہ میں اس کا مطالبہ نہیں مانوں گا۔"

"اب بھی اس کا کوئی مطالبہ ہے تم سے..... اب تک وہ یہ سمجھتی ہے کہ تم اس کے مطالبات نہیں مانتے؟" دل کا دکھ ان کے لبوں پر آ گیا۔

"بات ایک چھوٹے سے جھگڑے کی ہے اماں جان جس میں، میں سمجھتا ہوں کہ اسے میرا ساتھ دینا چاہیے مگر وہ اپنے باپ کا ساتھ دے کر مجھ پر ناجائز دباؤ

www.urdupalace.com

ڈال رہی ہے۔" وہ بتا رہا تھا مگر انہوں نے پھر بھی سوال نہ کیا، معاملہ اس کا اور اس کے سسر کا تھا، انہیں کیا معلوم کہ کیا معاملہ تھا اور کون درست تھا اور کون غلط وہ خاموش تھیں۔

"آپ ہی بتائیں اماں جان کہ داماد اور سسر کے مابین تنازع ہو تو بیوی کو کس کا ساتھ دینا چاہیے؟"

"مم...... میں کیا بتاؤں بیٹا، میں نے تو اپنی زندگی میں کبھی ایسی صورتِ حال اس سے پہلے سنی ہی نہیں!" انہوں نے حیرت سے کہا۔ "مگر تمہارے اور تمہارے سسر کے بیچ تو بڑی گاڑھی چھنتی ہے، تم دونوں میں کیوں جھگڑا ہوا؟" اس نے سوال کیا۔

"پیسہ انسان کو اچھے، اچھے رشتوں کی پہچان بھلا دیتا ہے اماں جان، ان کی مجھ پر عنایتیں اور نوازشیں اپنی جگہ مگر جہاں ان کے اپنے مفاد کی بات آئی ہے وہاں انہوں نے آنکھیں پھیر لی ہیں!" اس نے بتانا شروع کیا۔ "یہ بیگ دیکھ رہی ہیں آپ؟" اس نے بیگ کی طرف اشارہ کیا جس کے بارے میں وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ سامان سمیت اس کے پاس آ گیا ہے تاکہ وہ مونا کو اپنی ناراضی دکھا سکے۔ "اس میں اس وقت کچھ رقم ہے، وہی ہم دونوں کے بیچ وجہ تنازع بن گئی ہے۔" اس نے اٹھ کر بیگ چارپائی پر رکھا اور اس کی زپ کھولی تو صالحہ کی سانس رک گئی۔

"یہ کس کی رقم ہے اور کتنی ہے؟" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"اس بیگ میں تین کروڑ روپے ہیں اماں جان......" صالحہ کو تو اتنی رقم کی وقعت کا بھی اندازہ نہ تھا۔

"اور کس کے ہیں؟ یہی تو سوال اور جھگڑے کی بنیاد ہے۔"

"یہ کیا رشوت کا پیسہ ہے؟" وہ ہکلائی۔

"ارے میری بھولی اماں جان، ایک پارٹی کا بیس کروڑ کا سودا پھنسا ہوا ہے، میں نے تو بس ان کی فائل ڈھونڈ کر دی ہے ان کو تو انہوں نے مجھے انعام میں تین کروڑ دے دیے۔" اس نے فخر سے بتایا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے...... اس میں کتنے لاکھ روپے ہوں گے بیٹا؟" اس کے ہونٹ بھی اس رقم کو دیکھ کر خوف سے خشک ہو گئے تھے۔

"اس میں تین سو لاکھ ہیں اماں جان!" اس نے ہنس کر بتایا۔

"ارے یہ تو بہت بڑی رقم ہے، اتنی رقم کوئی انعام میں دیتا ہے بھلا؟"

"یہ رقم تو مجھے اور آپ کو بڑی لگتی ہے اماں جان......" اس نے ماں کی حیرت کا مذاق اڑایا۔ "اصل میں اس فائل کو دبا کر میرے سسر اس پارٹی کے ساتھ پانچ کروڑ کا سودا کر رہے تھے، یعنی پانچ سو لاکھ اماں جان...... وہ اس دن چھٹی پر تھے اور میں ان کی سیٹ پر کام کر رہا تھا کہ یہ پارٹی آ گئی، مجھے تو علم نہ تھا کہ اندر خانے کیا چل رہا تھا، انہوں نے مجھ سے بات کی اور دو کروڑ کی پیش کش کی، میں نے تین کروڑ پر اصرار کیا تو وہ تھوڑی حیل و حجت کے بعد مان گئے اور میں نے فائل ان کے حوالے کر دی۔ اس کے بدلے میں انہوں نے حسبِ وعدہ یہ بیگ میری گاڑی میں اس وقت رکھوا دیا جب میں دفتر سے گھر کے لیے روانہ ہوا تھا۔ میں نے اسے گاڑی کی ڈگی میں ہی رہنے دیا کہ اتنا بڑا بیگ کسی کی نظر سے چھپانا ممکن نہ تھا، میں نے مونا کو بھی اس کے بارے میں بتا دیا تھا اور اس کے بعد ہم نے ڈرائیور کو گاڑی کی چابی نہ دی بلکہ جب ہمیں کہیں جانا ہوتا تھا تو اسی وقت اس کے حوالے کرتے...... ایک دن موقع ملا اور مونا گھر پر نہ تھی تو میں نے اس بیگ کو گھر میں چھپا دیا، مونا کو ابھی میں بتا بھی نہیں سکا تھا کہ اس کے والد کو علم ہو گیا کہ ان کی غیر موجودگی میں کیا ہوا تھا اور جس فائل کو وہ پانچ کروڑ کے مطالبے پر دبا کر بیٹھے تھے وہ میں نے تین کروڑ میں دے دی اور انہیں بتایا بھی نہیں...... وہ ہمارے گھر آئے، بہت جھگڑے اور دھمکیاں دیں کہ یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے۔" وہ سانس لینے کے لیے رکا۔

"مونا بھی انہی کی وکالت کر رہی تھی اور مجھ سے کہہ رہی تھی کہ چاہے تین کروڑ ہی سہی مگر وہ رقم میں ان کو دے دوں...... مگر میں وہ رقم انہیں کیوں دیتا اماں

www.urdupalace.com

جان! آج میں دفتر میں تھا کہ مجھے ملازم نے فون کر کے بتایا کہ مونا گھر سے اپنا زیور وغیرہ لے کر بچوں سمیت چلی گئی ہے، اپنی دانست میں وہ گاڑی ساتھ لے کر گئی ہے کہ شاید اس میں وہ تین کروڑ رکھا ہوا ہے، میں فوراً دفتر سے اٹھا اور جس ٹیکسی پر دفتر سے گھر آیا تھا اسی میں یہ بیگ لے کر یہاں آ گیا ہوں...... اب مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے اماں جان!''

''میری مدد؟'' انہوں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

''مونا سمجھ رہی ہو گی کہ میں ابھی تک دفتر میں ہوں اور ممکن ہے کہ جب اسے ڈگی میں یہ بیگ نہیں ملے گا تو وہ واپس اپنے گھر کی تلاشی لینے ضرور آئے گی، آپ کا گھر وہ واحد جگہ ہے جہاں کے بارے میں اسے شک تک نہیں ہوگا، اس لیے میں نے سوچا کہ آپ کے حوالے یہ امانت کروں تاکہ کچھ وقت گزر جائے، میں مونا کو بھی سمجھا لوں گا اور اپنے سسر سے بھی بات کر لوں گا...... حالات ٹھیک ہو جائیں گے تو میں یہ بیگ آ کر آپ سے لے لوں گا؟''

''اتنی بڑی رقم...... نہیں بیٹا، میرا گھر تو قطعی محفوظ نہیں ہے!''

''ایسی ہی جگہ سب سے محفوظ ہوتی ہے اماں جان جہاں لوگوں کو علم ہو کہ آپ جیسی مفلس عورت تنہا رہتی ہے، میں جانتا ہوں کہ اس رقم کے لیے اس وقت اس سے بڑھ کر محفوظ جگہ کوئی نہیں ہے۔''

''لیکن میں اس حرام مال کو اپنے گھر میں کیوں رکھوں، جانے کس وقت میرا دم نکل جائے اور لوگ سمجھیں کہ میں حرام کاموں میں تمہاری شراکت دار رہی ہوں۔'' اس نے حجت کی۔

''ایک بار اماں جان!'' اس نے ان کے سامنے ہاتھ باندھے۔ ''ایک بار میرے لیے......''

''تو کیا تم مجھ سے یہ کہہ رہے ہو کہ تم اس برائی کی دلدل سے نکل آؤ گے، یہ رقم بھی اس کے مالکوں کو واپس کر دو گے اور آئندہ رشوت لینے سے توبہ کر لو گے؟'' خوشی سے ان کی آواز کانپ رہی تھی۔

''اس دلدل سے نکلنا اتنا آسان نہیں ہے اماں جان!'' اس نے سپاٹ لہجے میں کہا تھا۔ ''نہ ہی مجھے عادت رہی ہے عیش و آرام کے بغیر زندگی گزارنے کی، چند دن کی بات ہے جب میں اپنے سسر سے بات کر لوں گا تو...... ویسے میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں کوشش ضرور کروں گا!'' آخری بات اس نے محض ماں کو خوش رکھنے کے لیے کی تھی۔ ''اصل میں مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے سسر مجھے رشوت لینے کے الزام میں پکڑوا نہ دیں!''

''تو رشوت لینا کیا جرم سمجھا جاتا ہے؟'' انہوں نے حیرت سے کہا۔ ''مگر تم تو کہتے تھے کہ سب لیتے ہیں۔''

''جرم ہے اماں جان قانون کی کتابوں میں، حالانکہ آج کل تو ہر کوئی رشوت لے رہا ہے، قانون بنانے والے بھی اور قانون کے رکھوالے بھی، بس سزا اسے ہوتی ہے جو پکڑا جاتا ہے یا پھر دوسروں کا حصہ نہیں دیتا! سزائیں بھی بڑی سخت ہیں، کئی سال کی جیل ہو سکتی ہے، نوکری تو جاتی ہی ہے۔'' وہ اپنی بات کر کے بیگ اندر کمرے میں رکھ کر چلا گیا اور ان کی سوچ کو ایک نئی جہت دے گیا۔

اس کے جانے کے بعد اس نے اپنی سفید چادر اوڑھی، گھر کو تالا لگایا اور پیدل ہی چل دی، جہاں اسے جانا تھا وہ گھر زیادہ دور بھی نہ تھا! وہ گھر ایک ریٹائرڈ جج کا تھا، وہ اپنے زمانے کے بڑے ایماندار جج مشہور تھے۔ صالحہ ان کی بیبیوں کے کپڑے سیتی تھی اس لیے جانتی تھی، ان کے چار بیٹے تھے جن میں سے ایک ڈاکٹر، ایک وکیل، ایک پولیس میں ڈی ایس پی تھا اور چھوٹا فوج میں کپتان تھا، انتہائی عزت دار گھرانا تھا...... ان کے ہاں پہنچ کر شربت کا گلاس پیا اور جج صاحب کی بیگم سے کہا کہ وہ جج صاحب سے اکیلے میں بات کرنا چاہتی ہے...... انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا تو مگر انہیں اس پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ (اس کے بعد کی کہانی کی تفصیل میں جانا غیر ضروری ہے)

www.urdupalace.com

صالحہ کی بتائی ہوئی پوری کہانی کے سرے جوڑنا، رشوت کا مال، مجرم کے گھر کے حالات اور مجرم کی والدہ کی گواہی اس کے خلاف جاتی تھی، اس کی بیوی اور سسر بھی اس سے نالاں تھے اس لیے اندازہ کرنا دشوار نہ تھا، اس کے سسر کو بھی گرفتار کرلیا گیا تھا کیونکہ عمر نے ان کے خلاف بھی بہت سے ثبوت فراہم کیے تھے...... رشوت دینے والی پارٹی کو بھی گرفتار کرلیا گیا تھا، مہینوں کیس چلا اور عمر اور اس کے سسر کو قید اور جرمانے کی سزا ہو گئی، جرمانہ نہ ادا کرسکنے کی صورت میں مدتِ قید بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

''تم نے اپنے ہی بیٹے کے خلاف گواہی کیوں دی صالحہ؟'' جج صاحب نے اس سے پوچھا تھا۔ ''تم جانتی بھی ہو کہ اس جرم میں اسے کئی سال کی قید کی سزا ہو سکتی ہے؟''

''مجرم کوئی بھی ہو، مجرم ہی رہتا ہے...... رشتوں کی ڈور اگر چہ ہمیں اعانتِ جرم کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ خاموشی اور پردہ داری سب سے بڑی اعانتِ جرم ہے، میں نے اپنے بیٹے کو ہر طریقے سے اس آگ سے دور رکھنے کی کوشش کی مگر وہ باز نہ آیا، اب بھی کہتا تھا کہ اس راہ کو چھوڑنا مشکل ہے، اس کے خلاف میرے پاس مکمل ثبوت موجود ہے، پہلے تو میں لوگوں کی زبانی سنتی تھی اور حقیقت تو یہ ہے کہ میں یہ بھی نہیں جانتی تھی کہ رشوت صرف اللہ کی نظر میں ہی نہیں بلکہ اس ملک کے قانون کے مطابق بھی قابلِ سزا جرم ہے۔''

''کس طرح رہو گی اس کے بغیر؟''

''میں تو اب بھی تنہا ہی رہتی ہوں...... بلکہ میں تنہا تو ہوں ہی نہیں، میرا اللہ ہمہ وقت میرے ساتھ ہے، اسی نے میری اس معاملے میں بھی راہنمائی کی۔''

''اس کے بیوی بچے اسے چھوڑ دیں گے جب انہیں وہ تمام تعیشات میسر نہ ہوں گے...... جب تک وہ باہر آئے گا، اگر تم زندہ بھی ہوئیں تو وہ تمہیں ملنے تک نہیں آئے گا، جس طرح تم بتا رہی ہو کہ اس نے تمہیں کتنی حقارت سے کہا ہے کہ تم دوبارہ اسے اپنی شکل تک نہ دکھانا۔''

''بیوی بچے تو یوں بھی دنیاوی اور عارضی رشتے ہیں، میں تو اس کی ماں ہوں، اس جہاں میں نہ سہی، اگلے جہاں میں اس سے مل لوں گی۔'' اس نے مسکرا کر کہا تھا۔

''تمہیں کس جذبے نے ایسا کرنے پر مجبور کیا؟'' سوال کیا گیا۔

''جج صاحب...... میں اس کی طرف دیکھتی تھی تو مجھے اس کے گرد آگ کی لپٹیں نظر آتی تھیں، میں خوف زدہ ہو جاتی تھی، سوچتی تھی کہ عمر بھر غلط کام نہ کیا اور ہمیشہ اس کے عوض جنت کی خواہش کی، جانے کہاں غلطی ہوئی جو اولاد بھٹک گئی، غلط راستے پر چل نکلی، اچھا ہے کہ مونا جیسی بیوی جو خاوند کی دنیا اور آخرت خراب کرے اس سے اسے چھٹکارا مل جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کا کوئی اور بہتر نعم البدل عطا کرے گا۔ میں اس کے باپ کو روزِ جزا کیا بتاتی، اللہ کو کیا منہ دکھاتی اور خود کیسے جنت میں جاتی جب میرا بیٹا آگ کی لپٹوں میں ہوتا!''

''تمہیں لگتا ہے کہ اب وہ غلط کام چھوڑ دے گا؟''

''اللہ تعالیٰ نے اسے موقع تو دیا ہے سنبھلنے، توبہ کرنے اور گزرے وقت کی معافی مانگنے کا، اب بھی اگر وہ نہیں سدھرے گا تو کم از کم میں تو سرخرو ہوں گی ناں کہ میں نے تو ماں کی ممتا کی بھی قربانی دے دی تھی۔''

''اللہ ہر ماں کو تم جیسی سوچ اور عمل عطا کرے!'' جج صاحب کی بیگم نے کہا۔

''آمین!'' جج صاحب کے گھر والوں کی آوازیں آئیں، وہ سب بیٹھے ان دونوں کے بیچ کی گفتگو سن رہے تھے...... صالحہ نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور چادر سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

''بیٹھو ناں صالحہ!'' جج صاحب کی بیگم نے اصرار کیا۔

''چلتی ہوں آپا جی، عمر کی جو پونجی بچ گئی ہے اسے پورا صرف کرنا ہے بیٹے کے لیے ہدایت کی دعا کرنے میں، شاید کوئی قبولیت کی گھڑی ہو جو میں باتوں میں گنوا بیٹھوں!'' سلام کر کے وہ اپنے گھر کو چل دی۔

www.urdupalace.com

Advertisement at Urdu Palace

Are you looking for an affordable website to advertise your business?

Urdu Palace offers lowest rates for all advertisers.

For Advertisement of your brand or business on our website call us or contact through

Whatsapp on following numbers:+92-348-8709449,+92-303-5110135

www.urdupalace.com